ANTI AHMADIYYA/QADYANI
MOVEMENT IN ISLAM,
INDIA

اَلتَّعَرف بیوذ آسف

مرتبہ

مولانا محمد نور الحق علوی
ناظم مُستشار العلماء

از شعبہٗ تالیف واشاعت مجلس مستشار العماء

پنجاب لاہور

مولوی نور الحق ناظم پرنٹر و پبلشر نے نیو انڈیا پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

العزة القاهرة ۔ لایُعَجّل بالعقوبته ـــ والصلوة والسلام علیٰ عبده وخیر ـــــ فی وحیه ۔ بلغ عن ربه ودعا الیٰ سبیله ـــ دعانا الیٰ الحجّة الواضحة۔ والطریقة ـــــ صاء التی لیلها کنهارها وباطنها کظاهرها ـــ مضَلَةٍ ۔ ولم یدَ خرعنهم نصیحة ولا ـــــ اس علیٰ الله حجة بعد الرسل ۔ ولیهلك من ـــــ حیَّ عن بیّنَةٍ ۔ فصلی الله علی الصُفوة الصا ـــ ته ۔ وآله خِیارالوریٰ ۔ ومصا بیح الظلمة۔ و ـــ فی ومفاتیح الحکمة۔

امابعد مقالہ ذیل کا عنوان ہے

یوذ آسف کی نبوت اور متنبّی قادیان

ـــــ اس سے سعید روحوں کو ہدایت و فلاح نصیب کرے۔

ـــــ (ف) ذیل کے نہایت ہی اہم اور بے نظیر مقالہ علمیہ میں ہم نے ـــــ ایسا طریق بحث اختیار کیا ہے جو قرآن حکیم کا طغرائے امتیاز ہے۔ یہ طریق بحث (بخلاف طریق متاخرین) چونکہ ادق اور طویل الاذیال ہوتا ہے۔ جس میں موضوع بحث کے تمام اطراف وجوانب زیر نظر رہتے ہیں۔ اس لئے بعض متاخر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کو تعین موضع سور اور سلسلۂ ربط آیات کے قیام میں بسااوقات تکالیف کا سامنا ہوا ہے۔ جس کے پیش نظر رفتہ رفتہ موضوع سور اور ربطِ آیات کا انکار کر دیا گیا ہے۔ یا ان ہر دو کو غیر ضروری سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم میں اور قرآن فہمی میں

ایک مستحکم سد حائل ہے۔ قرآن حکیم کی طرز بیان اور طریق بحث کو سلفِ صالحین میں امام محمد بن جریر طبری خوب سمجھتے ہیں ضرورت ہے کہ اس فن (قرآن فہمی) کے ماہرین و حذاق اردو میں اس طریق بحث کی ترویج و اشاعت کریں۔ تاکہ قرآن فہمی میں مد ثابت ہو۔ جس طرح کہ فرانسیسی اور انگریزی طرز ادا کے خاکے اردو میں اڑائے جا رہے ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب اللمعۃ فی تفسیر سورۃ الجمعۃ میں اسی طرز بحث کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور مقالہ ہذا میں ہم نے سورہ اعراف کا تتبع کیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ تمام خیالات قارئین کرام کو مستحضر ہو جائیں۔ تاکہ وہ بآسانی دوسروں کو تبلیغ کر سکیں۔ وجہ یہ کہ اس طریق بحث میں جب تک مضمون کو مکرر نہ پڑھ لیا جائے پھر ابتدا سے انتہا تک مضمون مستحضر نہ ہو۔ انسان مغز سخن تک نہیں پہنچ سکتا پھر لطف یہ ہے کہ جتنا حصہ سامنے ہے اگر فقط اسی کو لیا جائے تو بھی جزوی طور پر مفید اور فائدہ رساں ہے۔ یہی حال قرآن حکیم کا ہے۔ اس کی ہر آیت اور ہر جملہ موجبِ رشد و ہدایت ہے۔ دین و دنیا کی فلاح کا ضامن، دارِ فانی اور عقبیٰ کی بہبود و سرفرازی کا کفیل ہے۔ مگر جس موضوع پر کسی سورت میں بحث ہو رہی ہے وہ اسی وقت سمجھ آئے گا۔ جب آپ نہایت غور اور تدبّر سے تمام سورت کے اطراف و جوانب پر ارشاد "وَرتل القُرآن تَرتیلاً" کے تحت غور و خوض کریں گے اس کو ہم نے الناموس المفصّل فی تفسیر سورۃ المزمل "میں خوب حل کیا ہے۔ وذلك من فضل الله علينا و على الناس ولكن اكثر الناس لايشكرون

(ب) نیز یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کے لئے کشمیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تیار کرنے کے سلسلے میں مرزا جی اور اُن کے مریدوں نے بہت سے مغالطے تیار کئے ہیں۔ جن کی

تعداد دس سے زائد ہے۔ ان گمراہ کن مغالطوں کے تفصیلی جوابات میاں پیر بخش صاحب مرحوم (لاہوری) اور مکرم مولوی حبیب اللہ صاحب (امرتسری) وغیرہ حضرات کی کتابوں میں تفصیلاً مذکور ہیں۔ ہمارا موضوع سخن چونکہ یوذ آسف متنبّی کی نبوت کا ابطال ہے اس لئے ہم نے اسی قادیانی خبط عشواء کو لیا جو موضوع سے متعلق تھا۔

واضح رہے کہ حضرات اہل اسلام میں سے جن اہل علم نے قبر مسیح کے متعلق مرزاجی کی تردید کی۔ اُن میں سے کسی نے آج تک اس حقیقت کو اُلم نشرح نہیں کیا۔ کہ یوذ آسف بھی مرزاجی کی طرح خانہ ساز نبوت کار چانے والا، متنبی گذرا ہے۔ ہمارے اس مقالے کا لب لباب اِسی راز سربستہ سے پردہ اٹھانا ہے۔ جس کو ہم ایک نہایت اہم علمی انکشاف سے تعبیر کرتے ہیں (مصرعہ) وَكَمْ تَرَكَ الْأَوَّلُ لِلْآخِرِ

مقصد

توبہ خویشتن چہ کردی کہ بماکنی نظیرے
بہ خدا کہ واجب آمدز تو احتراز کردن

قادیانی نبوت دجل و زور، تلبیسات و مکائد، وہمیات و مغالطات کا کچھ ایسا ہوش ربا طلسم ہے۔ جہاں پہنچ کر دُنیائے عقل و خرد کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اس کے تمام تر دعاوی، غلط بیہودہ اور دلائل یکسر بے سروپا تخمین، جہل و ناواقفی کا بدترین مظاہرہ ہیں۔ جس حصہ کو دیکھئے عجیب و غریب خرافات کا مرقع پیش کرتا ہے۔ بات کا بتنگڑ ابنانا یہاں بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ خیالات واہیہ پر ہوائی قلعے تعمیر کرنا یہاں شب و روز کا خوش کن مشغلہ ہے۔ آخر ے مصرعہ۔

در جنوں بے کار نتواں زیستن

باقی تمام مباحث کو چھوڑ کر فقط یوز آسف کو لیجئے۔ اور انصاف سے کہئے کہ مرزاجی نے یہاں کیا کیا گل کھلائے ہیں اور ایک خود ساختہ الہامات سے کام چلانے والے شخص کو اس تاریخی مسئلہ میں کیا کیا دقتیں اور ناکامیاں پیش آئی ہیں۔

مرزاجی کو مسیح موعود بننے کا سودائے خام سر میں سمایا۔ یہ ایک پادر ہوا خیال تھا۔ اس پر آپ نے بے شمار خیالی اور وہمی قلعے استوار کئے۔

(۱) سب سے پہلے آپ نے حضرت مسیح ابن مریم صدیقہ علیہا السلام کی وفات کا غیر اسلامی عقیدہ گھڑا۔ اور اس کے متعلق تمام تر اسلامی تصریحات کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ کی بارگاہ میں سوائے وحی قرآنی اور وحی قادیانی کے اسلامی تعلیمات علی الخصوص احادیث صحیحہ کا ذخیرہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے قابل ہے۔

مگر یہ خیال نہ آیا کہ انکارِ حدیث در حقیقت تمام شرائع اسلامیہ کی صورت کذائیہ متواترہ کا انکار ہے۔ بلکہ خود ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہاتھ دھونا ہے۔

انکار حدیث در حقیقت ضرورت نبوت کا انکار ہے

حافظ ابن القیمؒ نے الجیوش المرسلہ میں بسط سے لکھا ہے۔ کہ اسلامی تعلیم کے حصہ عقائد (مسئلہ اسماء وصفات، توحید، بعث ونشر وغیرہ) پر کتاب مجید (اور سنتِ صحیحہ) نے اس قدر تفصیل اور وضاحت سے بحث کی ہے کہ خیر القرون کے افاضل نامدار (صحابہ کرام) کو اس کے متعلق کبھی کوئی اشتباہ دامنگیر نہیں ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ اہل ہوی نے (مرزاجی کی طرح) ہمیشہ اسی حصہ کو تختہ مشق بنایا۔ اسی حصہ میں خلاف وشقاق کی وجہ

سے بے شمار مبتدع فرقے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ہر ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ (امام ابو منصور عبدالقاہر تمیمی بغدادی متوفی ۴۲۹ھ کتاب "الفرق" میں لکھتے ہیں۔

واهل الاهواء الضالة من القدرية والخوارج والروافض والنجارية و الجهمية والجسمة والمشبهة ومن جرى مجراهم من فرق الضلال يكفر بعضهم بعضاً۔ واماالانواع، التى اختلفت فيها ائمة الفقه واهل السنة من فريقى الرائ والحايث. من فروع الاحكام فى ابواب الحلال والحرام فليس فى مابينهم تكفير وتضليل ھ

(ترجمہ):۔ گمراہ اہل بدعت جیسے معتزلہ، خوارج، روافض، نجاریہ، جہمیہ، مجسمہ، مشبہ۔ وغیرہ اہل ضلال میں سے ہر ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ گو فروعی احکام از قبیل حلال وحرام میں۔ اہل سنت کے فقہا (اہل حدیث اور اہل رائے یعنی فقہ حجاز وفقہ عراق) کا بھی یہی اختلاف ہوا ہے۔ مگر وہاں وہ فرقے ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل نہیں کرتے۔

البتہ تعلیم اسلام کا حصہ اعمال (صلوۃ، صوم۔ زکوۃ۔ حج وغیرہ شرائع واحکام) کتاب الٰہی میں مجمل ہے۔ جس کی تفصیل اسوۂ ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوئی۔ جس طرح یہ حصہ بذات خود متواتر اور قطعی الثبوت ہے اسی طرح اس اجمال کی تفصیل و تفسیر بھی قطعی اور متواتر ہے۔ یہی وہ حصہ ہے جس کے متعلق صحابہ کرام کے استفسارات موجود ہیں۔ اور قرآن حکیم میں یستفتونك سے تعبیر ہوئے ہیں۔ یہی تفصیل و تفسیر ہے۔ جس کو حضور ختم المرسلین نے ومثله معه سے تعبیر فرمایا (یعنی مجھے قرآن مجید کے ساتھ ایک دوسری چیز بھی عطا ہوئی جو قطعی اور واجب العمل

ہونے میں قرآن حکیم کے ہم پایہ ہے۔ حضور سرور کائنات کا یہی۔ اسوۂ حسنہ ہے۔ جس کی دوسری تعبیر احادیث صحیحہ سے کی جاتی ہے۔

بنابریں اگر احادیث صحیحہ کا انکار کیا جائے (اور چونکہ مبتدعین ملاحدہ حصہ عقائد کو پہلے رد کر چکے ہیں۔ پھر حصہ اعمال سے یہ سلوک ہو) تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ کوئی شارع (شارح کتاب مجید) مبعوث ہو ہی نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ نبوت کی سرے سے ضرورت ہی نہیں۔ فقط اتنا کافی ہے کہ کوئی دستاویز (مثلاً) عرش مجید سے لٹکا دی جائے۔ اور مکلفین خود بہ خود پڑھ کر حسب مرضی ومنشاء خود اس پر عمل کرتے جائیں۔ امام ابو منصور بغدادی نے اپنی کتابوں میں ادھر لطیف اشارے کئے ہیں۔ ولیس هذا موضع التفصيل

حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ محمد انور قدس سرہ نے حیات اونزول مسیح کے متعلق دو اہم کتابیں لکھ کر امت محمدیہ پر احسان عظیم کیا ہے اول کا نام عقیدۃ الاسلام۔ اور دوسری کا نام التصریح فی نزول المسیح ہے۔ من شاء فلیر جع الیهما۔

(۲) مذکورہ بالا عقیدہ فاسدہ کی اختراع کے بعد مرزاجی کو معاً خیال آیا کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی قبر بھی کہیں معین کر لی جائے۔ تاکہ وفات یقینی ہو۔ پھر ہو بھی کہیں قریب تاکہ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مریدوں سے علانیہ کہا سکے کہ یہ ہے اس مسیح کی قبر جس کی انتظار مدت سے ہو رہی ہے۔ معاملہ ذرا پیچدار تھا۔ تراشیدہ الہامات کے دائرہ سے نکل کر واقعات وحقائق۔ محسوسات وشواہد سے تعلق رکھتا تھا۔ بنابریں مرزاجی کو اس کی سرانجام دہی کے لئے بہت کچھ جوڑ توڑ کرنا پڑا۔ جس کی دلچسپ داستان (مشتے از خروار) ذیل میں بیان کی جاتی ہے:۔

(الف) مرزا جی اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" ص ۶۷ بعد پر لکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے اس ارادے سے کہ پنجاب اور ہندوستان دیکھتے ہوئے پھر کشمیر کی طرف قدم اُٹھاویں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ افغانستان اور کشمیر کی حد فاصل، چترال کا علاقہ، اور کچھ پنجاب ہے اگر افغانستان سے کشمیر میں پنجاب کے رستے سے آویں تو قریباً اسی کوس یعنی (۱۳۰) میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اور چترال کی راہ سے سو کوس کا فاصلہ ہے لیکن (۱) حضرت مسیح نے بڑی عقلمندی سے افغانستان کا (؟) راہ اختیار کیا (؟ یہی قادیانی اردو ہے جس کے متعلق مرزا محمود کہتے ہیں "مرزائی نوجوانوں کو اردو نویسی مرزا جی کی کتابوں سے سیکھنی چاہئے۔ مرزا جی نے اردو کی بڑی خدمت کی ہے۔) تاکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں جو افغان تھے۔ فیضیاب ہو جائیں۔ اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے۔ اس لئے کشمیر میں آکر بہ آسانی تبت میں جا سکتے تھے۔ اور پنجاب میں داخل ہو کر ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ کہ قبل اس کے جو کشمیر اور تبت کی طرف آویں۔ ہندوستان کے مختلف مقامات کا (؟) سیر کریں۔ سو جیسا کہ اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سفر کیا ہوگا۔ پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے اس لئے یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اخیر مارچ یا اپریل کی ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا (۲) اور چونکہ وہ ملک بلادِ شام سے بالکل

---

(۱) معلوم نہیں کہ یہ استدراک کس سے متعلق ہے۔ اور اس جملہ کے کیا معنے ہیں۔ اور یہ اردوئے معلی کس اقلیم کی ہے۔
(۲) صاحب بہادر پر قیاس کیا جارہا ہے۔

مشابہ ہے۔ اس لئے یہ بھی یقینی ہے(۱) کہ اس ملک میں سکونت اختیار کرلی ہو گی اور ساتھ ہی یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں رہے ہوں گے (قادیان فرمایا ہوتا) اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔"

حضرات! یہ ہے وہ برہانِ قاطع اور حجتِ ساطع۔ جس کے بل بوتے پر مرزاجی مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں تیار کرنے والے ہیں۔ جناب والا کی جغرافیہ دانی کا صدق دل سے اعتراف مگر یہ تو بتایا ہوتا کہ بلادِ شام سے بلا دھند کی طرف حضرت مسیح کی ہجرت کا ذکر آپ نے کس "پورانی تاریخ" میں دیکھا'؟ اس کا مصنف کون ہے۔ کب لکھی گئی؟ محل نزاع میں ضروری تھا کہ آپ ان تاریخوں کی عبارتیں بقید صفحات نقل کرتے تاکہ آپ کی صداقت واضح ہوتی۔

پھر جناب کے مذکورہ ذیل الفاظ بھی اپنے اندر حقانیت کی کچھ کم کشش نہیں رکھتے۔ مواقع برہانیہ اسی قسم کے الفاظ کے مستحق ہیں۔ سفر کیا ہو گا، گئے ہوں گے، یقینی امر ہے ٹھہرے ہوں گے۔ کوچ کیا ہو گا۔ یقینی ہے سکونت اختیار کی ہو گی۔ رہے ہوں گے۔" اصل یہ ہے کہ وھمیات، وساوس کو وحی والہام قرار دینے والے "حضرات" کا ہموارہ وتیرہ رہا ہے۔ کہ وہ واقعات و حقائق کے میدان میں اسی طرح سپر انداز ہوا کرتے ہیں۔ پھر اگر کسی نے اُن کو ان کی غلطی پر سرزنش کی تو وہ یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ کہ محجوب ہماری حقیقت کو کیا سمجھیں۔

بہتر ہوتا کہ مرزاجی بجائے تاریخی ثبوت کی کلفت بے جا کے اپنے قدیم شیوہ وانداز کے مطابق فقط اتنا کہ دیتے کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس

---

(۱) یقینی کا لفظ اس لئے فرمایا کہ آپ بزعم خود نبی ہیں۔ رہا لفظ ہو گی وہ گنجائش جواب کے لئے ہے ۱۲ مؤلف

کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ مجھے مکرر وحی ہوئی ہے۔ اور بار بار بذریعہ الہام اطلاع دی گئی ہے (جس کی تسلیم مجھ پر اُسی طرح لازم ہے جیسے تورات و انجیل و قرآن کی تسلیم) کہ حضرت مسیح کی قبر سری نگر کشمیر محلہ خانیار میں ہے۔ بس قصہ ختم تھا۔ جب کسی "ملھم" کے پاس 'کار براری کے لئے ترشی ترشائی" وحی" موجود ہو تو اس کو علمی موشگافیوں کی کیا ضرورت ہے۔ رہی پبلک، معتقدین اس کو بھی اسی طرح تسلیم کر لیتے جیسے منکوحہ آسمانی، انجام آتھم، مولوی ثناء اللہ صاحب کی موت وغیرہ پیشن گوئیاں "منکرین و مکذبین، و مشککین" ایسی خیال آرائی وافسانہ سازی سے کب متاثر ہو سکتے ہیں۔

مزید برآں مرزا جی کا یہ ارشاد بھی آنے والے تمام متنبیوں کے لئے سرمہ چشم بصیرت رہے گا اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے (بلکہ ایک مشہور قصہ کا نام بھی ہے مولف) کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔

علیٰ ہذا القیاس افغانوں میں ایک قوم اور ایک قصہ کا نام "موسیٰ خیل" ہے۔ بنا بریں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی یقینی طور پر ادھر آئے ہوں گے۔ نیز افغانوں کا یوسف زئی قبیلہ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی اولاد ہو گا۔ بقول آپ کے یقینی امر ہے کہ یوسف صدیق مصر سے صوبہ افغانستان میں آئے ہوں گے۔ جو شاید اس وقت حکومت مصر کا باج گزار ہو گا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ آپ یہاں شادی کی ہو۔ اور یہ "یوسف زئی" یوسف کی ہی اولاد ہوں۔ پھر یہی افغان ہیں جن میں سلیمان خیل، محمد زئی شاہ امان اللہ خان' اور شاہ نادر خان کی قوم) اور "عمر زئی" "عثمان خیل "علی خیل" وغیرہ موجود ہیں۔

احادیث صحیحہ کو ظنیات بلکہ موضوعات قرار دینا اور خود سوائے

نبوت میں اس قسم کی مضحکہ خیز اور بے سروپا باتیں کہنا (مصرعہ)

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

تناقض مرزاجی نے "الہام کا دامن چھوڑ کر اس موقع پر بے شمار مصیبتیں اپنے سر لے لیں۔ خود مرزاجی حضرات مسیح کی شادی اور اولاد کے متعلق بدیں الفاظ تصریح کر چکے ہیں۔ اور کوئی اس کی (مسیح کی) بیوی بھی نہیں تھی" (ریویو جلد اول نمبر ۳ ص ۱۲۴) اور ظاہر ہے کہ دنیاوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ (حاشیہ تریاق القلوب ص ۹۹)

حقیقت حال مرزاجی کی مذکورہ بالا افسانہ طرازی پر بحث کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ بیان کر دیا جائے۔ حضرات ائمہ تفسیر نے آیت "وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ" کی تفسیر میں، اور طبری ج ۲ ص ۲۰۔۱۲۱ ابن اثیر ج ا۔ ص ۱۳۵، ابوالفداء ج ا ص ۳۵، ابن خلدون ج ۲ ص ۱۴۶، ابن سعد ج ا ص ا۔ ۲۶، نے تصریح کی ہے کہ شاہ ہیرودیس کے مظالم سے تنگ آکر حضرت مریم صدیقہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد، اُن کے ہمراہ ملک شام کو چھوڑ کر ملک مصر آئیں۔ پھر بارہ سال کے بعد مصر سے واپس آکر شہر ناصرہ (از شام) میں اقامت اختیار کی۔ وہاں اٹھارہ سال تک رہے۔ پھر تیس سال کی عمر میں حضرت مسیح کو ان قوموں کی ہدایت کے لئے مامور کیا گیا (پھر تینتیس سال کی عمر میں واقعہ صلیب اور رفع پیش آیا۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۲۴۵ و جلد نہم ص ۳۸۰۔ مولف) اسی لئے مسیح علیہ السلام کو ناصری بھی کہتے ہیں۔ بس۔ مصرعہ

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

مصر کے اس سفر ہجرت کے علاوہ حضرت مسیح کا کوئی دوسرا سفر بلا

وھند کی طرف تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ ومن ادعیٰ فعلیه البیانُ ولیَجلِبِ علے ذالك بِخیله ورَجله

(ب) اتفاقاتِ روزگار سے کہیں کتاب "اکمال الدین" (مصنفہ علامہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ رافضی القمی المتوفی ۱۳۸۱ھ مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ) مرزاجی کے ہاتھ لگی، بس کیا تھا آپ نے وہ وہ کرشمے دکھائے کہ توبہ ہی بھلی۔

کتاب مذکور کے متعلق مرزاجی نے لکھا کہ ہزار برس سے زیادہ کی تصنیف ہے (ریویو ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۹، تحفہ گولڑویہ ص ۱۳۔ ۱۴ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۲۲۸ (حکیم خدا بخش مرزائی نے "عسل مصفیٰ" ج ۱ ص ۵۸۵ میں ایک قدم آگے بڑھا کر کہا "کتاب اکمال الدین گیارہ سو سال کی تصنیف ہے (نہ کم نہ زیادہ)

مرزاجی کی غلط بیانی علامہ ابو جعفر بن بابویہ کا ترجمہ اہل تشعیہ کے مشہور عالم ابوالعباس احمد بن علی بخاشی (شاگرد ابو جعفر مذکور) نے اپنی کتاب الرجال ص ۲۷۶ میں بسط سے ذکر کیا ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ علامہ کا انتقال ۳۸۱ھ میں شہر رے میں ہوا۔

ناظرین! ستمبر ۱۹۰۳ء کو گزرے آج تیس سال ہو چکے ہیں۔ اور علامہ ابن بابویہ کے انتقال کو آج تقریباً نو سو اکتر سال ہوتے ہیں۔ ان میں سے مذکورہ بالا تیس سال تفریق کرنے کے بعد نو سو اکتالیس برس باقی رہیں گے۔ بالفاظ دیگر مرزاجی نے جب کتاب اکمال الدین کے متعلق ہزار برس سے زیادہ کی تصریح کی تو اس وقت کتاب کے مصنف کو انتقال کئے ہوئے نو سو اکتالیس برس ہو چکے تھے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ مرزاجی اور اُن کے مرید حکیم خدا بخش صاحب کے اقوال مذکورہ بالا میں کس قدر صداقت

ہے۔ اس کے باوجود آپ دعوائے نبوت سے ذرا بھر شرم محسوس نہیں کرتے۔ سعدی نے صحیح فرمایا ہے

تو براوج فلک دانی چیست   چوں ندانی کہ در سرے اتو کیست

کتاب اکمال الدین کی حیثیت اور اسکا موضوع

اس کتاب کا پورا نام "إكمالُ الدين واتمامُ النِعمته فی اثباتِ الغَيبَةِ وكشفِ الحيرة" ہے۔ کتاب کا موضوع "مسئلہ غیبت امام منتظر ہے۔ مسئلہ غیبت ورجعتِ امام حضرات اہل تشیع کا مشہور عقیدہ ہے جس کا خلاصہ فرقہ اثنا عشریہ (قطعیہ) کے یہاں یہ ہے کہ امام ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکریؒ صحیح قول کے مطابق (بہ تصریح ابن خلکان) ۲۵۶ھ کو پیدا ہوئے۔ اور نو سال کی عمر میں ۲۶۵ھ کو شہر "سُرَّ مَن رَای" کی ایک غار میں والدہ کے دیکھتے دیکھتے گھس گئے۔ پھر اب تک واپس نہیں آئے۔ اخیر زمان میں غار سے نکلیں گے۔ اور اسلام پھیلائیں گے۔

چیستان غیبت میں اختلاف آراء

حضرات اہل تشیع کے تقریباً تمام فرقوں میں مسئلہ غیبت سے دلچسپی پائی جاتی ہے۔ اکثر فرقے کسی نہ کسی امام کی غیبت ورجعت کے قائل ہیں۔ بقول ابن خرم (کتاب الملل ج ۴۔ ص ۱۷۹) اور اصل شیعہ کے تین فرقے ہیں (۱) زیدیہ (۲) امامیہ (۳) غالیہ

(۱) زیدیہ میں سے فرقہ جارودیہ کا عقیدہ ہے۔ کہ محمد بن عبداللہ حسنی (نفس زکیہ) زندہ ہیں واپس تشریف لائیں گے۔ مقام "احجار الزیت" (مدینہ منورہ) میں شہید ہونے والا کوئی دوسرا شخص تھا۔ جس پر ان کی صورت ڈال دی گئی تھی۔ زیدیہ کا ایک دوسرا گروہ محمد بن قاسم حسینی طالقانی

کا منتظر ہے۔ جو ایام معتصم باللہ میں قتل ہو چکے۔ ان کا ایک اور گروہ یحییٰ بن عمر حسینی (۱) کا منتظر ہے۔ حالانکہ آپ متقیس کے عہد میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کے ہاتھوں فوت ہو چکے ہیں۔

(۲) امامیہ میں سے فرقہ محمد یہ جارودیہ کی طرح، محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کی غیبت ورجعت کا معتقد ہے۔ باقریہ حضرت امام محمد باقر کی رجعت کے قائل ہیں۔ ناووسیہ امام جعفر صادق کو زندہ مانتے ہیں۔ اور ان کی رجعت کے قائل ہیں۔ بہ خیال اُن کے جو شخص جعفر کہلاتا تھا وہ در حقیقت جعفر نہ تھا۔ امام جعفر اخیر زمانہ میں تشریف لائیں گے۔ موسویہ امام موسیٰ بن جعفر کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ فوت نہیں ہوئے۔ واپس تشریف لائیں گے۔ اسماعیلیہ کا عقیدہ ہے کہ اسمٰعیل بن جعفر فوت نہیں ہوئے حالانکہ اہل تاریخ کا اجماع ہے کہ اسماعیل اپنے والد کی حیات میں فوت ہوگئے۔ قطعیہ (ان کو اثنا عشریہ بھی کہتے ہیں۔) کا عقیدہ ہے کہ امام غائب، بارہویں امام محمد بن حسن ہیں۔ امام مذکور کے متعلق پھر اختلاف ہے کہ آپ کب پیدا ہوئے۔ بقول بعض آپ ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اسی سال آپ کے والد ماجد امام حسن عسکری کا انتقال ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ والد ماجد کی وفات سے ایک عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ ایک گروہ کے نزدیک آپ والد مقدس کی حیات میں پیدا ہوئے۔

بعد ازاں جب آپ کا سن چار سال کو پہنچا آپ کے والد نے انتقال کیا۔ اور بعض کے یہاں آٹھ سال کی عمر میں آپ کے والد فوت ہوئے۔ اور نو سال کی روایت گزر چکی ہے۔

نیز اس میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آیا

(۱) بغدادی نے کتاب الفرق میں ان کا نام محمد بن عمر دیا ہے ۱۲

نرگس تھایا صقیل۔یا سوسن۔

امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم متوفی ۶۰۴ھ کتاب الفصل میں لکھتے ہیں۔ ولم یُعقِبْ الحسنُ المذکوُر (ترجمہ) اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسن العسکری لاذکراً ولاانثی وانِ ھذا المولود لم یخلق قط۔ج ۴ ص ۱۸۱ امام یازدہم کی کوئی اولاد نہ تھی۔ نہ بیٹا نہ بیٹی۔ اور امام ابوالقاسم محمد پیدا ہی نہیں ہوئے"

(۳) کیسانیہ (اتباع کیسان۔ ومختار بن ابی عبید) حضرت امام محمد بن حنفیہ کی غیبت ورجعت کے قائل ہیں۔ بخیال ان کے آپ کوہ رضوئی (ازمدینہ طیبہ) میں غائب ہو کر مقیم ہیں۔ اور واپس تشریف لائیں گے۔ (دیکھو کتاب الفرق از ص ۲۲ تا ص ۴۷)

امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ کتاب الملل ج ۱۔ ص ۲۰۰ میں لکھتے ہیں۔

مختار پہلا شخص ہے جس نے مسئلہ غیبت ورجعت امام اختراع کیا۔ پھر کُثَیّر عزّہ اور سید بن محمد حمیری نے اپنے بلیغ قصائد سے اس کی آب یاری کی تاآنکہ رفتہ رفتہ یہ مسئلہ شیعہ کا مذھبی عقیدہ اور دینی رکن قرار پایا۔

شہرستانی نے ج ۲ ص ۷ پر غیبت ورجعت کے متعلق شیعہ کے ان گیارہ فرقوں کے اقوال بھی لکھے ہیں۔ جو بجائے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے امام حسن مجتبیٰ اور آپ کی اولاد کی امامت کے قائل ہیں۔ پھر مسئلہ غیبت پر بعض ظریفانہ اخذ بھی کئے ہیں۔

فسانۂ ہوشربا

گذشتہ تمام تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ مسئلہ غیبب ورجعت ہر چند

حضرات اہل تشیع کا مذہبی رکن ہے۔ مگر نہایت ہی دقیق دور از عقل وقیاس حیرت افزا۔ اور بے انتہا نظری خفی۔ از حد غور وفکر کا محتاج ہے۔ اسی حیرت کے ازالہ کے لئے علامہ ابن بابویہ نے کتاب اکمال الدین فرقہ اثنا عشریہ کی ترجمانی کرتے ہوئے تصنیف کی۔ مذکورہ بالا حیرت کو مصنف نے خطبہ کتاب میں کھول کر بیان کیا ہے۔ کتاب مذکور میں باسٹھ باب اور تقریباً چار سو صفحات ہیں۔ کتاب کیا ہے۔ اہل تشیع کی عام کتاب حدیث کی طرح بے سروپا۔ عجیب وغریب، روایات موضوعہ کا مجموعہ ہے۔ اس فسانۂ ہوشربا میں مصنف نے حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یوسف، حضرت مسیح وغیرہ علیہم السلام کی غیبت کے دعوے کئے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ سفر موسیٰ اور ہجرت ابراہیم جلاوطنی وقید یوسف علیہ السلام کو غیبت قرار دیا ہے۔ اور اس پر غیبت امام منتظر کو قیاس کیا ہے۔ گویا امام منتظر بھی کہیں سفر پر تشریف لے گئے ہیں۔

فیاللعَجَبُ

پھر پچیسویں باب سے اڑتیسویں باب تک وہ نصوص جمع کئے ہیں۔ جو بخیال مصنف۔ مسئلہ غیبت کے متعلق (الف) قرآن حکیم میں (ب) اور احادیث مرفوعہ میں موجود ہیں۔ (ج) بعد ازاں غیبت امام کے متعلق ائمہ اہل بیت (تاامام حسن عسکری والد منتظر متوفی ۲۶۰ھ کے اقوال جمع کئے ہیں۔ یہ ہرسہ مباحث مصنف کی جدت دماغی اور قوت اختراع کا حیرت افزا ثبوت ہیں۔ اس اثنا میں مصنف نے بعض معمرین مثلاً ابوالدنیا وغیرہ کے قصے لکھے ہیں۔ لکھتے لکھتے ص ۳۱۷ پر مصنف نے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا۔ زمانہ گذشتہ میں بھی اہل دین، اور اصحاب ورع وزہد میں مخصوص اشخاص کی غیبتیں ثابت ہوئی ہیں۔ جنہوں نے بے بسی اور خوف کے وقت

دین کو چھپانا ہی مناسب سمجھا پھر جب امن اور استطاعت دیکھی تو اپنے خیالات کے اظہار میں بھی تامل نہیں کیا۔"

فسانہ یوذ آسف

بس اس تقریب سے فسانہ یوذ آسف کو بدیں الفاظ شروع کیا قَالَ وَقَد بَلَغَنِی اَنَّ مَلِکاً مِن مَلُوکِ الھِندِ الخ (قال کا فاعل شاید سعید بن جبیر۔ ہو۔ جو ابتداء سند میں مذکور ہے۔) عرض یہ تمام فسانہ محدث کی نظر میں کسی راوی کا بلاغ ہے۔ اور بلاغات (بہ استثنائے چند افراد) ناقدین کی نگاہ میں ہیچ محض ہیں۔ پھر بلاغات رافضہ سے تو پناہ ہی بھلی۔ اسی انداز سے مصنف نے یوذ آسف کے حالات ص ۳۵۹ تک ذکر کئے ہیں۔

سب سے پہلے یوذ آسف کے والد کی سلطنت۔ اور بادشاہ کا لذاتِ دُنیاویہ میں انہماک۔ اور اس کی بت پرستی کا شغف لکھا ہے۔

وکان الدّین قد فشافی ارضه قبل ملکه وکثراھله فزین له الشیطان عداوة الدین واھله واضرباھل الدین واقصاھم فخافة علی ملکه وترب اھل الاوثان وصنع لھم اصناماً من ذھب وفضة وشرفھم وفضلھم وسجد لاصنامھم۔ فلما رای الناس ذلك منه سارعوا الی عبادة الاوثان والا ستخفاف باھل الدین ھ اکمال الدین ص ۳۱۸ (ترجمہ) اس بادشاہ کی مملکت میں اس کے سریر آرا ہونے سے پیشتر ہی مذہب حق (توحید) کا چرچا ہو چلا تھا۔ اور حق پرستوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ شیطان نے بادشاہ کے دل میں حق اور اس کے متبعین کی عداوت ڈال دی۔ چنانچہ بادشاہ نے زوال سلطنت کے خوف سے حق پرستوں کو اذیتیں دینی شروع کیں۔ اور ان کو راندہ درگاہ قرا

ردیا۔ مگر بت پرستوں کو مقرب بارگاہ بنایا۔ ان کی تعظیم و تکریم شروع کی۔ ان کے لئے سونے اور چاندی کے بت تیار کرائے۔ اور خود جا جا کر اُن کے بتوں کے سامنے سجدے کیا کرتا تھا۔ اس پر رعایا بھی بت پرستی کی طرف راغب ہو کر اھل حق کو ذلیل شمار کرنے لگی۔ ھ اکمال الدین ص ۳۱۸۔

اس کے بعد یوذ آسف کی ولادت۔ دنیا کے لدائذ سے اس کی کنارہ کشی۔ اور جوگیوں کا سا تزہد۔ حکیم بلوہر کی یوز آسف سے ملاقات، شہزادگی اور وطن کو چھوڑ کر سفر کرنا (جو مصنف اِکمال کی نگاہ خوردبین مین غیبت ہے) پھر کئی سالوں کے بعد سفر سے واپس آکر بادشاہ مذکور اور اراکین دولت کو وعظ کہنا۔ پھر کشمیر جانا۔ اور لمبی عمر پاکر فوت ہونا اور وہیں مدفون ہونا مذکور ہے۔

آخر ص ۳۵۹ پر (جیسے کسی کی آنکھ کھل جاتی ہے)۔ لکھا ہے۔

قال المصنف ليس هذا الحديث وماشا كله من اخبار المعمرين وغيرها مما اعتمد فى امرالفيبة ووقوعها الخ ھ ص ۳۵۹ اکمال الدین۔

(ترجمہ):۔ معمرین کے متعلق یہ افسانہ اور اسی قسم کے دوسرے قصے وغیرہ (خرافات وہمیات) اس قابل نہیں کہ میں مسئلہ غیبت یا اس کے وقوع کے اثبات میں ان پر اعتماد کر سکوں الخ ھ اکمال الدین ص ۳۵۹

مگر مرزا جی ہیں کہ اس خرافات واباطیل کی پوٹ پر ایمان لا کر، یوذ آسف کی نبوت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ پھر از خود یوذ آسف کی کتاب کو بہ یک جنبش قلم انجیل قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اکمال الدین میں اس کا نام تک نہیں۔ کہیں یوذ آسف اور مسیح کو ایک مانتے ہیں اسی کو کہتے ہیں۔ مدعی ست اور گواہ چست۔

حیرت تو یہ ہے۔ کہ مصنف اکمال غیبت، جیسے بر خود غلط مسئلے میں

اس قصے سے اسناد کرنے کا روداد نہیں۔ کیوں کہ مسئلہ غیبت ورجعت اہل تشیع کی نگاہ میں شرعی حیثیت رکھتا ہے۔ اور شرعیات میں خرافات سے استناد جائز نہیں۔ لیکن مرزاجی اسی افسانہ کی بنا پر ایک اہم شرعی ذمہ داری اپنے سر لے کر یوذ آسف کو نبی اور اس کی پوتھی کو انجیل قرار دیتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے۔ مصنف اکمال اور مرزاجی کے متعلق علی الترتیب یہی کہنا پڑتا ہے۔

دیدن آموخت، و نہ دیدن آموخت

انتہائی کذب یا مغالطہ

اس تمام داستان امیر حمزہ میں جو چیز باوجود مکرر جستجو کے نہیں ملتی وہ یہ ہے کہ یوذ آسف کا نام مسیح اور اس کی کتاب کا نام انجیل ہے۔ میں نے اس دھن میں کتاب کو الٹ ڈالا۔ ص ۳۱۷ سے ص ۳۵۹ تک مکرر پڑھا مگر بے سود۔ اس پر بھی مرزاجی خوف خدا اور شرم خلق سے بے نیاز ہو کر لکھتے ہیں۔ کتاب اکمال الدین میں صاف لکھا ہے (غالباً ایسا صاف جیسے قادیان کا نام کلام مجید میں) کہ ایک نبی یوذ آسف کے نام سے مشہور تھا۔ اور اس کی کتاب کا نام انجیل تھا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۳۔ ۱۴ یہ سراسر افترا اور غلط بیانی ہے۔ مرزائیوں کو چاہئے کہ یہ عبارت اکمال الدین میں دکھا کر مرزاجی کا دامن پاک کریں ورنہ توبہ کریں۔ اسی طرح براہین احمدیہ ج ۵ ص ۲۲۸ کے یہ الفاظ بھی سفید جھوٹ ہیں۔ یوذ آسف کی کتاب (اکمال الدین) میں صریح لکھا ہے۔ کہ یوز آسف پر خداتعالے کی طرف سے انجیل اتری تھی۔ نیز فرماتے ہیں۔ یوذ آسف کے حالات بیان کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی کتابوں میں بعض ہزار برس سے زیادہ زمانہ کی تصنیف ہیں۔ جیسے کتاب اکمال الدین، اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوذ آسف نے جو شاہزادہ نبی

تھا۔ اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا۔ (ریویو، ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۹)

ناظرین! کتاب اکمال الدین کوئی عنقا تو ہے نہیں جس تک رسائی نا ممکن ہو۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور وغیرہ مقامات میں اس کے کئی نسخے موجود ہیں۔ خدارا کتاب کو دیکھ کر انصاف سے کہئے کہ اس میں یہ جملہ کہاں لکھا ہے کہ یوذ آسف نبی پر انجیل اتری تھی۔ یقین جانئے کہ مرزاجی خدا کے بندوں کو برملا دھوکہ دے رہے ہیں۔

اکمال الدین کی جس عبارت کے پیش نظر یہ مغالطہ تیار کیا گیا۔ اس کا متن ص ۳۵۸ پر بہ الفاظ ذیل ہے:۔

فرجع الوزير وتقدم يوذ آسف امامه حتى بلغ فضاءً واسعاً فرفع راسه فرای شجرة عظيمة على عين ماءٍ احسن مايكون من الشجر واكثرها فرعاً وغصناً واحلا هاثمراً وقد اجتمع اليه من الطير مالا تعد كثرةً فُسَّربذالك المنظر وفرح به وتقدم اليها حتى دنا منها وجعل يعبرّفى نفسه ويفسره الشجرةَ بالبشرىٰ التى دعا اليها وعينَ الماء بالحكمة والعلم والطيرَ بالناس من الذين بجتمعون اليه ويقبلون منه الدين۔

(ترجمہ):۔ یہ قصہ یوذ آسف کے ترک وطن سے متعلق ہے)۔ وزیر یوذ آسف کو الوداع کہہ کر واپس گیا۔ اور یوذ آسف آگے بڑھا تا آنکہ ایک وسیع میدان میں پہنچا۔ پس اس نے اپنا سر اٹھایا تو سامنے پانی کے ایک چشمہ پر خوبصورت درخت دیکھا جو نہایت شاداب و سرسبز تھا اس کے میوے بے حد شیریں تھے۔ اس درخت پر بے شمار پرندے مجتمع تھے۔ یوذ آسف اس منظر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور بڑھ کر درخت کے قریب گیا۔ اور خود ہی اپنے دل میں اس منظر کی تعبیر و تفسیر کرنے لگا (جیسے مرزاجی اور

ٹیپی ٹیپی (کہ درخت مثال ہے اس خوشخبری (ھدایت) کی جس کی طرف یوز آسف نے دعوت دی (یاد دے گا) اور پانی کا چشمہ علم و حکمت سے کنایہ ہے۔ اور پرندے ان لوگوں سے عبارت ہیں جو یوز آسف کے پاس مجتمع ہوں گے۔ اور اس سے دین قبول کریں گے۔

مذکورہ بالا عبارت کا لفظ بشری مذکورہ افترا و زُور کا مبدء وحید ہے۔ مرزاجی نے جب یہ سنا کہ لفظ انجیل کے معنے عربی میں بشری کے ہیں تو آپ نے یہ بھی از خود تراش لیا کہ لفظ بشری کے معنے بھی ہر جگہ انجیل کے ہیں۔ لہٰذا عبارت اکمال الدین میں بشری سے مراد انجیل ہی ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ انجیل کے معنے بشری ہوں۔ علیحدہ حقیقت ہے اور بشری کے معنے انجیل ہوں۔ جداگانہ مسئلہ ہے۔ مگر مرزاجی کو اس سے کیا بحث کہ موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ کلیہ نہیں آتا۔ اور موجبہ جزئیہ مفید نہیں۔ اور نہ یہ سمجھا کہ قرآن حکیم باوجودیکہ عربی زبان میں ہے۔ اس نے جب بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی کتاب کا ذکر کیا تو بشریٰ سے نہیں بلکہ انجیل کے نام سے کیا نیز بشریٰ کا لفظ جہاں کہیں کلام مجید میں بلکہ عربی زبان میں مستعمل ہوا ہے اس سے کہیں بھی انجیل مراد نہیں بلکہ خوشخبری (وما یلازمہ) مراد ہوتی ہے۔

مرزاجی کی قبلۂ آمال کتاب اکمال الدین بھی (جس کو آپ نے خواہ مخواہ اپنے دجل و تلبیس کے لئے وحی آسمانی سمجھ رکھا ہے) عربی زبان کی تصنیف ہے۔ اس کی عبارت میں بھی لفظ بشریٰ کے وہی لغوی عرفی معنے مراد ہیں۔ لیکن آپ ہیں کہ تمام دلائل اور براہین کو پس پشت ڈال کر حضرت مسیح کو مارنے کے درپے ہیں۔ مگر جس ہستی کی حیات کا اعلان ختم المرسلین فرما چکے ہیں۔ آپ ایسے "دلائل" سے اس کا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔

میں تمام مرزائی مُحرفین کو، عام اس سے کہ قادیانی ہوں یا لاہوری چیلنج کرتا ہوں کہ کسی مستند شاعر یا ناثر کا کوئی ایک قول پیش کریں جس میں اس نے بشریٰ سے انجیل مراد لی ہو۔

الارواح جنود مجندۃ وانکار ختم نبوت

قادیانی "نبوت" بھی عجیب وغریب کھچڑی ہے۔ اس کی کڑیاں دور دور جاکر ملتی ہیں۔ پھر قدرت کا تماشا دیکھئے کہ ہم مشرب خود بہ خود ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے نظر آتے ہیں۔ انکار ختم نبوت کا مسئلہ مرزاجی میں اور اس گروہ کے اکثر فرق میں قدر مشترک ہے۔ جس کی ترجمانی کتاب اکمال الدین میں ہوئی ہے۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ء کتاب الملل طبع مصرج ۲ص ۱۵ میں ابو منصور عجلی رافضی کا مذہب بالفاظ ذیل نقل کرتے ہیں:۔

وزعم اَنّ الرسلَ لاَ تنقطع ابداً والرسالة لا تنقطع

(ترجمہ):۔ ابو منصور رافضی کا مذہب ہے کہ رسول ہموارہ آتے رہیں گے۔ اور نبوت اور رسالت جاری رہے گی۔

ابوالخطاب محمد بن ابی زینب اسدی، اجدع، رافضی (پیشوائے خطابیہ) کا مذہب ملاحظہ ہو:۔

اِنّ کل مومنٍ یوحیٰ الیه ھ شهر ستانی ج ۲ص ۱۶:۔

(ترجمہ):۔ ہر ایک مومن کو وحی ہوتی ہے۔ نبی اور رسول کی تخصیص نہیں۔

روح ابولخطاب اور قادیانی:۔ میرے سامنے ایک دوورقہ (اشتہار بنام "برگزیدہ نبی مسیح موعود" ہے۔ جس کی پیشانی پر "احمدیہ فیلوشپ آف

یو تھ لاہور کا ٹریکٹ نمبر ۱۱ لکھا ہوا ہے۔ اشتہار اللہ بخش سٹیم پریس قادیاں سے شائع ہوا ہے۔ اشتہار مذکور کے اخیر میں تحریر ہے "اگر حضرت مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ آپ کی تعلیم پر عمل کرنے والوں پر خدا کا کلام نازل ہوتا اور خود خدا کی سریلی مگر دل میں پیوست ہو جانے والی صدا کو وہ اپنے کانوں سے سنتے" لیجئے۔ پہلے فقط مرزا جی کا رونا تھا کہ انہوں نے اپنے وساوس واوہام کو وحی والہام قرار دے کر ختم نبوت کو توڑا۔ اب تو ہر ایک قادیانی کا دعویٰ ہے کہ مجھ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے۔ اور ہر لونڈا خود خدا کی سریلی صدائیں اپنے کانوں سے سنتا ہے جبریل امین کی ضرورت ہی باقی نہیں، ابوالخطاب کی روح کا اس سے بڑھ کر تصرف کیا ہو سکتا ہے۔ قادیانیوں کو اس بارے میں سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔ خود خدا تعالےٰ نے اس کا فیصلہ ان مقدس الفاظ میں کیا ہے۔ اِنَّ الشیاطین لَیوُحُونَ الیٰ اولیاَ ئھِم زخرُفَ القولِ غرُوراً

(ترجمہ):۔ درحقیقت شیطان اپنے دوستوں کو غلط (صحیح نما) اور دھوکہ دینے والی باتیں القا کرتے ہیں (جنہیں وہ خدا کا کلام اور اس کی سریلی صدائیں سمجھتے ہیں)

حضرت شیخ حسیں ہندی سے ہم نے سنا کہ آپ آیت ذیل کی تفسیر بعینہ یہی کرتے تھے جو اس اشتہار میں درج ہے۔ سورہ حم السجدۃ میں ارشاد ہے۔

وَقَیَّضنَا لھُم قُرنَاءَ فَزیّنُو الھُم ما بینَ اَیدِیھِم وَمَا خَلفَھُم الایۃ

(ترجمہ):۔ ہم نے اُن (کفار) پر چند ہم نشیں (شیاطین) مسلط کر دئے ہیں۔ جو انہیں ان کی پس و پیش کی چیزیں (مثلاً خیالات و وساوس) آراستہ کر کے دکھاتے ہیں۔ (کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اور خدا کی سریلی صدائیں ہیں)

خداوند تعالےٰ معیار نبوت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اَللہ

اَعلَمُ حَیثُ یَجعَلُ رِسالَتَه "(یعنی نبوت کسبی نہیں) مگر قادیان کہ خانہ ساز نبوت کے سایہ میں ہر ہر زہ دراہ کو وحی ہو رہی ہے۔ اس پر کلام الٰہی نازل ہو رہا ہے وہ خدا کی سریلی صدا اپنے کانوں سے سن رہا ہے۔ سورۂ زخرف میں خدا تعالےٰ نے سچ فرمایا ہے:۔

وَمَن یَعشُ عَن ذکرالرحمٰن نُقَیِّضُ له شَیطَاناً فَهوله قَرِین۔

(ترجمہ):۔ جو شخص خدا تعالےٰ کے ذکر (کلام الٰہی۔ کتاب مجید) سے غافل ہو کر اعراض کرے (اور خود ساختہ نبوتوں کا پیرو بنے) ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ جو (ہموارہ) اس کا ہم نشین رہتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس مختار بن ابی عبید رافضی مدعی نبوت برائے خود، عبداللہ بن سبا رافضی مدعی نبوت برائے ذاتِ خود، بیان بن سمعان رافضی مدعی نبوت و نسخ شرح محمدی، مغیرہ بن سعید رافضی مدعی نبوت، غرابیہ (از رافضہ) مدعیان رسالت علی، بھی "اِکمال الدین" کے مصنف کے ہم مشرب ہیں۔

اِن کے علاوہ ہشام بن عمرو فوطی معتزلی کہا کرتا تھا۔

النّبوَۃُ جزَاءُ علیٰ عَمَلٍ وانها باقیة مابقیت الدنیا ھ شہر ستانی ج ا ص ۹۳

(ترجمہ):۔ نبوت اعمالِ صالحہ کی جزا ہے بنا بریں جب تک اعمال صالحہ رہیں گے (تا قیامِ قیامت) نبوت بھی رہے گی۔ غرض نبوت کسبی چیز ہے۔

مزید براں یزید بن ابی اُنیسہ خارجی کا عقیدہ ہے۔

ان الله سیبعث رسولا من العجم وینزل حلیه کتاباً قدکتب فی السماء و ینزل علیه جملة واحدة ویترك شریعة

محمد صلے اللہ علیہ وسلم ویکون علی ملة الصابیه المذکورة فی القرآن و لیست هی الصابیه الموجودة بحران وواه ط ه شهر ستانی ج ۱۔ ۱۸۳

(ترجمہ) :۔ عنقریب خداتعالے ایک عجمی نژاد رسول مبعوث کرے گا۔ اس کو ایسی کتاب عطا ہو گی جس کی کتابت (طباعت جلد بندی) آسمانوں پر ہو گی اور وہ ایک بار گی نازل ہو گی (قرآن حکیم کی طرح حسب ضرورت نازل نہیں ہو گی) نبی مذکور، ختم المرسلین کی شریعت کو منسوخ قرار دے گا۔ وہ مذہباً صابی فرقہ کا پیرو ہو گا۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ نہ وہ صابی جو آج کل حران اور وسط میں موجود ہیں۔"

رجع الحدیث :۔ یہاں تک در حقیقت کتاب اکمال الدین کے موضوع اور اس کی حیثیت سے بحث تھی۔ اب اصل مقصد سے بحث آتی ہے جس کے لئے مرزاجی نے اس کتاب کو آڑ بنایا۔

یوذ آسف اور مرزاجی

مضمون کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہم نے اس مبحث کو پانچ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے۔

مرتبہ اول :۔ مرزاجی نے سب سے پہلے یوذ آسف کو اپنی طرف سے منصب نبوت عطا کیا۔ چنانچہ آپ تمام قیود سے آزاد ہو کر نہایت بے تکلفی سے ارشاد فرماتے ہیں۔ مسیح مختلف ملکوں کا (؟) سیر کرتا ہوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں بسر کر کے آخر سری نگر محلہ خانیار میں بعد وفات مدفون ہوا۔ اس کا ثبوت اس طرح پر ملتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوذ آسف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا

زمانہ تھا۔ اور دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا۔ اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شہزادہ بھی کہلاتا ہے۔ اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اس ملک کا وہ باشندہ تھا۔" (ریویو ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۸) ۔ نیز لکھا ہے "حال میں مسلمانوں کی تالیف چند پرانی کتابیں ملی ہیں۔ جن میں صریح یہ بیان موجود ہے۔ کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا (اس تلبیس سے فائدہ؟ اکمال الدین میں تصریح ہے کہ یوز آسف سولابط سے کشمیر گیا تھا دیکھو ص ۳۵۹) اور شہزادہ بھی تھا اور کشمیر میں اس نے انتقال کیا۔ اور وہ نبی چھ سو برس پہلے ہمارے نبی صلعم سے گزرا ہے" (حاشیہ کتاب راز حقیقت ص ۱۲)

حالانکہ یہ صریح غلط بیانی یا لاعلمی ہے کہ مسلمان یوز آسف کو نبی مانتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے خیال میں وہ بدھ مذہب کا بت پرست جوگی تھا۔ جس نے جوگ کی بنا پر دعوائے نبوت کیا۔ جیسے امام ابو منصور بغدادیؒ اور ابوریحان البیرونی کی تصریحات آرہی ہیں اور نہ اکمال الدین میں اس کی نبوت ورسالت کے متعلق کوئی صاف اور صریح جملہ موجود ہے۔ جیسے مرزا جی نے مغالطہ کی غرض سے لکھا۔ اور اگر ہوتا بھی تو کتاب کی حقیقت معلوم۔ ایسے اہم امور کے متعلق اکابر فن کی تصریحات ضروری ہیں۔ نہ کہ داستان امیر حمزہ کے حوالے، کیا یوز آسف بھی اشتہاری نبی تھا؟ اور نہ یہ گپ موجود ہے۔ کہ یوز آسف کا عہد ختم المرسلین سے چھ سو سال پہلے ہے۔

مرتبہ دوم :۔ یوز آسف کو نبوت عطا کرنے کے بعد مرزا جی نے ذیل کے دعوے کئے۔

(۱) یوز آسف کا زمانہ وہی ہے جو مسیح کا زمانہ ہے۔

(۲) جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اسی ملک کا یوز آسف باشندہ تھا (ریویو ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۸)۔

یہ ہر دو دعوے بھی مرزا جی کی دماغی پیداوار ہیں۔ آپ نے ان کو از خود اس لئے تراشا تاکہ بہ سہولت ثابت کیا جا سکے کہ سری نگر میں یوز آسف کی قبر یسوع مسیح کی قبر ہے۔ ورنہ یوز آسف مسیح کی پیدائش سے بہت پہلے گزرا ہے۔ کتاب یوز آسف وبلوہر مطبوعہ شمسی پریس دہلی ص ۳ پر لکھا ہے۔ ''پھون جب یوز آسف پر ایمان لایا تو اس وقت تین سو برس بدھ کو ہو چکے تھے۔ تاریخ ھند مولفہ لتھمرج ص ۲۲۰ میں ہے گوتم بدھ پانچ سو پچاس سال قبل مسیح پیدا ہوئے۔ اور چار سو ستاسی سال قبل مسیح فوت ہوئے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ یوز آسف حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی سو سال پہلے گذرا ہے۔

مرتبہ سوم:۔ اصول ارتقاء کے تحت نمبر سوم پر مرزا جی نے فرمایا ''یوز آسف کی کتاب اور انجیل کو اکثر مقامات سے ایسا توادر ہے کہ بہت سی عبارتیں ملتی ہیں مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ کی یہ انجیل ہے جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی'' (کتاب چشمہ مسیحی'' ص ۲ نیز دیکھو تحفہ گولڑویہ ص ۱۳۔ ۱۴، ریویو تمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۸)۔

تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ یہاں گذارش صرف اس قدر ہے کہ بعض یا اکثر مضامین کے توادر سے دو کتابوں کا ایک ہونا کیوں کر لازم آتا ہے۔ ورنہ ختم المرسلین کی نبوت کی طرح (بہ سلسلۂ انکار حدیث) قرآن حکیم سے بھی مرزا جی کو ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ کیوں کہ قرآن حکیم کتب سابقہ سماویہ کا مہیمن ہے۔ اس کے علاوہ مرزا جی نے محل نزاع میں اپنی رائے پیش کی۔ یہ مبحث کوئی ''قادیانی نبوت'' نہیں کہ سادہ لوح فریب میں آکر یوں ہی تسلیم کرلے۔ یہ تاریخ ہے۔ اس کا تعلق حقائق وواقعات سے ہے۔ اس کا ثبوت مرزا جی کے ذمہ ہے۔ مگر آپ ہیں کہ (مصرعہ) ہر چہ پیدا مے

شوداز دور پندارم توئی۔

مرتبہ چہارم :۔ اس کے بعد مرزاجی نے ایک اور نرالا دعواے کیا اور علم الالسنہ اور اس کے فلسفہ پر اپنی شانِ علمیت کی مُہر لگادی۔ فرماتے ہیں۔ ''یوز کا لفظ یسوع کا بگڑا ہوا یا مخفف ہے۔ اور آسف حضرت مسیح کا نام تھا۔ جس کے معنے ہیں یہودیوں کے متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا یا اکٹھا کرنے والا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۱۴) نیز لکھا ہے ''یہ لفظ صریح معلوم ہوتا ہے کہ یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے (جیسے ریمزے میکڈانلڈ، راجی مکنداصل سے۔ مولف) آسف قوم کو تلاش کرنے والا، چونکہ حضرت عیسیٰ یہودیوں کے گم شدہ فرقوں کو تلاش کرتے کرتے کشمیر پہونچے اس لئے انہوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا (براہین احمدیہ ج۵ ص ۲۲۸)۔

شان تناقض :۔ مرزاجی کتاب ''تبلیغ رسالت'' حصہ چہارم ص ۸۷، اور مقدمہ کتاب البریہ ص ۲ پر لکھتے ہیں ''دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے۔ یعنی یسوع غمگین۔ اَسَف اندوہ و غم کو کہتے ہیں۔ چونکہ مسیح نہایت غمگین ہو کر اپنے وطن سے نکلے تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ اسف ملالیا تھا۔'' (نیز دیکھو کتاب ست بچن کا حاشیہ ص ۱۶۴، و حواشی رسالہ نور القرآن ص ۷۰۔۷۱)۔

حضرات! ان بے تکی باتوں پر انگشت بدندان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو خود ساختہ نبوت دوسروں کو بیک جنبش قلم نبوت عطا کرسکتی ہے۔ اس سے کچھ بعید نہیں کہ حضرت مسیح جیسے عالی پایہ نبی کو عربی دانی کی سند بھی دے کر، یہ کہ گذرے کہ نہایت غمگین ہونے کے باعث حضرت مسیح نے اپنا نام آسف رکھ لیا تھا۔ آپ ہی ہیں کہ ''عیسیٰ خیل'' افغانوں کو اولادِ مسیح ہونے کا زرین تمغہ عطا کر چکے ہیں۔ اب اگر حضرت مسیح کو عربی دان قرار

دیا۔ یا عربی نژاد قرار دے دیں تو کیا تعجب۔ غالباً اُس زمانہ میں وادیٔ کشمیر، اصلی زبان عربی ہو گی جو بگڑتے بگڑتے کشمیری زبان بن گئی (بقول آپ کے) اب بھی کئی الفاظ میں توارد موجود ہے۔

لطیفہ

ناظرین! ان مرزائیوں کی بھی مت پوچھیے۔ ہزاروں میں سے فقط ایک مفتی محمد صادق مرزائی کا لطیفہ سن لیجیے اور سر دھنتے رہیے اور شانِ اجتہاد کی داد دیجیے۔ فرماتے ہیں "پنجابی میں قدیم سے ایک ضرب المثل مشہور چلی آتی ہے۔ "ایسو گول نے کچھ نہ پھول" غالباً مرورِ زمانہ سے اور اصلیت مثل کے بھولنے سے، کول کا لفظ بدل کر گول بن گیا۔ اور اصل یوں تھا۔ "ایسو کول" یعنی یسوع ہمارے پاس ہی ہے۔ پنجاب کے متصل کشمیر میں مدفون ہے۔ لیکن کچھ اس کی بابت کھول کر دریافت نہ کرو۔ کیوں کہ یہ امر پردے میں رکھنے کے لائق ہے۔ کہ یسوع اہل پنجاب کے پاس ہی ہے۔" (اخبار فاروق ۱۱۔ ۱۸۔ ۲۵۔ مئی ۱۹۱۶ء ص ۱۱)۔

یہ ہیں وہ براہین قاطعہ، جن پر قادیانی "نبوت" اور اس کے شرائع و احکام کی بنیاد ہے۔ مرزاجی نے اگر ایک فسانہ کا سہارا لے کر یوز آسف کو نبی، اور عین مسیح، کہا۔ اور اس کی پوتھی اور قبر کو انجیل اور قبر مسیح قرار دیا تو مرید جی نے اپنی مادری زبان ("مقدس بانی") سے استدلال کر کے جھٹ سے مسیح کی قبر کشمیر میں تیار کر لی۔

مرتبہ پنجم:۔ اس تمام بے سروپا طومار کو اگل دینے کے بعد مرزاجی حرف مطلب پر آئے۔ اور فرمایا۔ "جو سری نگر میں، محلہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلاشک و شبہ حضرت عیسیٰ

علیہ السّلام کی قبر ہے (۔راز حقیقت ص ۲۰۔ نیز دیکھو۔ حقیقۃ الوحی مسیح ہندوستان میں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم کشف الغطاء، تحفہ گولڑویہ، ست بچن، کشتی نوح، اعجاز احمدی۔ نور القرآن۔ ایام الصلح، کتاب البریہ وغیرہ)۔

دفع دخل مقدر:۔ اس تصریح کے بعد مرزاجی کو خیال آیا کہ مبادا کسی کتاب میں ہم نے اس کے خلاف بھی کچھ لکھ دیا ہو، پھر ممکن ہے کہ کوئی "مکذب، مکفر، مشکک" اسکو متعارض غلط بیانی قرار دے کر ہمارے خلاف نفرت پھیلانے لگے۔ اس لئے بطورِ پیش بندی آپ نے لکھا۔ "ہاں ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلادِ شام میں قبر ہے۔ مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے پر مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے اور ملک شام کی قبر زندہ در گور کا نمونہ تھا(؟) جس سے وہ نکل آئے (کتاب ست بچن کا حاشیہ ص ۱۶۴، وحاشیہ نور القرآن ص ۲" حاشیہ تبلیغ رسالت ج ۴ ص ۸۸) اہل علم سے ہماری استدعا ہے کہ وہ مرزاجی کی اس تاویل کو ان کی عبارت ذیل سے ملا کر پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ خبط عشواء کا اس سے بڑھ کر نمونہ مل سکتا ہے؟ مرزاجی لکھتے ہیں" یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ لیکن یہ ہر گز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔" (ازالہ اوہام ص ۴۷۳)

تنقیح مبحث:۔ گذشتہ تمام مباحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ:۔

(۱) حضرت مسیح کشمیر آئے۔

(۲) یوز آسف نبی تھا۔ اور کشمیر گیا۔

(۳) اس کی تعلیم حضرت مسیح کی تعلیم سے ملتی جلتی ہے۔ اور اس کی کتاب کا نام بھی انجیل ہے۔"

(۴) یوز آسف کا زمانہ اور ملک وہی ہے جو مسیح کا زمانہ اور ملک ہے۔

(۵) بنابریں یوز آسف اور مسیح ایک حقیقت کے دو عنوان، اور ایک شخصیت کے دو نام ہیں۔
(۶) لہٰذا سری نگر میں یوز آسف کی قبر بلاشک وشبہ حضرت مسیح کی قبر ہے۔
(۷) جب حضرت مسیح کی وفات محقق ہو چکی تو ثابت ہوا کہ ہم ہیں مثیل مسیح موعود۔

ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ یہ تمام تر دعاوی خواب ہائے پریشان، اور یہ تمام مقدمات ژدلیدہ دماغی کی خرافات واہیہ ہیں۔ اور شرائط استنتاج سے یکسر خالی ہیں۔ لہٰذا ان مقدمات کا نتیجہ (مسیحیت مرزا) بھی لغو اور باطل ہے۔

عود الی موضوع البحث :۔ مرزا جی کے ان تمام دعاوی میں اگر کوئی حصہ قابل غور اور جاذب توجہ ہے تو صرف یوز آسف کا نبی ہونا۔ کیوں کہ یہ شریعت اسلامیہ کی نظر میں اہم ترین مبحث ہے (۲) پھر یہ حصہ مرزا جی کی مذکورہ بالا خیالی تعمیر کے لئے اساس کا حکم رکھتا ہے (۳) اس کے ساتھ ہی خواجہ محمد اعظم کی "تاریخ کشمیر اعظمی" جس کو لکھے ہوئے ڈیڑھ سو سال گذر چکا ہے۔ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ محمدی پریس لاہور ص ۸۲ پر یوز آسف کے متعلق لکھا ہے "بہ رسالت مردم کشمیر مبعوث شدہ، در کشمیر در آمدہ، بہ دعوت خلائق اشتغال نمود۔ وبعد رحلت در محلہ انزی مرہ آسود" لیکن خواجہ محمد اعظم اتنی بڑی شرعی ذمہ داری (کسی کو نبی اور رسول ماننا) کی سند صرف اتنی لکھتے ہیں "در کتابے از تاریخ دیدہ ام" یعنی کسی تاریخ کی کتاب میں نظر پڑا تھا کہ یوز آسف کشمیر کا رسول تھا۔ (کتاب کا نام معلوم نہیں۔) واضح رہے کہ ایسی مجہول الحقیقت، مجہول الاسم تاریخی کتب سے حقیقی رسالتیں ثابت نہیں ہوا کرتیں۔ البتہ اشتہاری نبوت کے لئے ہر قسم کے راستے کھلے ہیں۔

بغدادی اور یوز آسف :۔ کتاب "اکمال الدین" مرزا جی کے

خیال میں ہزار سال سے زیادہ کی تصنیف ہے جس کی حقیقت الم نشرح ہو چکی ہے۔اور امام ابو منصور عبدالقاہر تمیمی بغدادی شافعی متوفی ۴۲۹ھ کو گذرے ہوئے آج تقریباً نو سو تیئیس سال گذرنے کو ہیں علامہ ابن بابویہ اور بغدادی میں صرف اڑتالیس سال کا تقدم و تاخر ہے۔امام مذکور، فقیہ، اصولی، ادیب علم کلام اور اختلاف المذاہب کا ماہر، استاذ امام ابو اسحاق اسفرائینی کا شاگرد، اور ان کے بعد ان کا جانشین، بڑے بڑے ائمہ وقت کا شیخ، امام ابوالحسن اشعری متوفی ۳۲۴ء کا متبع ہے۔ امام ابو منصور کے حالات تفصیلاً وفیات الاعیان از ابن خلکان، فوات الوفیات از صلاح الدین الکتبی، طبقات الشافعیہ الکبری از تاج الدین سبکی میں مذکور ہیں۔

امام ابو منصور کتاب الفرق بین الفرق ص ۳۳۳ پر (اہل السنت والجماعت کے متفقہ عقائد بیان کرتے ہوئے) لکھتے ہیں۔

وقالو ابتكفير كل متنب سواء كان قبل الاسلام كزردشت ويوذ آسف ومانى وديصان ومرقيون ومزدك اوبعده كمسيلمة وسجاح الاسود العنسى وسائر من كان بعد هم من المتنبيين ھ

(ترجمہ):۔ اہل سنت نے ہر ایک متنبی کی تکفیر کی۔ خواہ وہ عہد اسلام سے پیش تر گذار ہو جیسے زردشت، یوذ آسف، مانی، دیصان، مزدک، مرقیون یا عہدِ اسلام کے بعد ہوا ہو۔ جیسے مسیلمہ، سجاح، اسود عنسی وغیرہ متنبیان کذاب۔

نیز بغدادی اپنی کتاب اصول الدین مطبوعہ استنبول ص ۳۲۰ پر (ان کفار پر بحث کرتے ہوئے جن سے جزیہ لینا جائز نہیں بلکہ قتل واجب ہے) لکھتے ہیں:۔

والصنف العاشر منهم الذين عبدوالملائکة وهم فرقتان احداهما قوم من الهند کانو افی زمان یوذ آسف الهندی ثم نقلهم یوذ آسف الیٰ عبادة الاسلام؂

(ترجمہ):۔ مذکورہ بالا کفار کی قسم دہم وہ لوگ ہیں جو ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کے دو گروہ ہیں۔ اول ہندوستانیوں کا فرقہ ہے جو یوذ آسف ہندی کے عہد میں تھا۔ بعد ازاں یوذ آسف نے اُن کو ملائکہ پرستی سے ہٹا کر بت پرستی پر لگایا؂

نتیجہ

بغدادی کی مذکورہ بالا ہر دو عبارتیں اپنی شرح آپ ہیں۔ پہلی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یوذ آسف نے بھی مرزا جی کی طرح ناجائز اور بے جا طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ جو اہل اسلام کی نظر میں، ہر ایک دور کے اندر موجب کفر والحاد، زندقہ وارتداد ہے۔ یوذ آسف ہزار مرتاض سہی جوگیوں کی طرح تارک الدنیا سہی۔ لیکن بے جا دعویٰ نبوت اسلام کی نگاہ میں ایسا ناقابل عفو جرم ہے جس میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں۔ لیجیے! جس شخص کو مرزا جی منصب نبوت پر سرفراز فرمارہے تھے وہ ائمہ اسلام کی تصریح کے مطابق مُسلم و موحد بھی ثابت نہ ہوا۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہندی متنبیوں کی جستجو میں مرزا جی مہارت رکھتے ہیں۔ ولقد صدق صلے اللہ علیه وسلّم الارواحُ جُنُود مُجَنَدَةُ ۔ فَمَا تعَارَفَ منها ائتلفَ وَماتَنا کر اختَلفَ"

دوسری عبارت اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔ اُس میں تصریح ہے کہ ہندوستان میں بت پرستی کا مروج یوذ آسف ہندی (بھی) ہے۔ اس نے

ملائکہ کی پرستش کرنے والوں کو بت پرستی کی تعلیم دے کر بت پرستی پر لگایا تھا

نکتہ

یہ مبحث اصحاب الروحانیات اور اصحاب الہیاکل کے نام سے مشہور ہے۔ اصحاب الروحانیات کی ترقی اور عروج کا عہد، ابراہیمی عہد ہے۔ جبکہ اُن کے والد حکومت وقت کے وزیر معارف (تعلیمات) تھے آذر کی بت گری، بت تراشی کے ہمارے ہاں یہی معنے ہیں۔ حضرت شیخ مہاجر مولانا محمد عبید اللہ الحاج سے بھی یہی معنے منقول ہیں۔ اول الذکر مشرب صابئہ کا ہے۔ ان کی مد مقابل حنیف کہلاتی ہے۔ اسی اول الذکر سے ہیکل پرستی کی بنیاد پڑی۔ اس مبحث کی تفصیل بمالا مزید علیہ شہرستانی نے کتاب الملل والنحل ج ۲ ص ۷۰ و ج ۲ ص ۹۴ بعد اور البیرونی نے الآثار الباقیہ ص ۲۰۴ بعد میں کر دی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو۔

مزید براں بغدادی کی دوسری عبارت سے یہ بھی صاف ہو گیا کہ یوذ آسف ہندی نژاد تھا۔ اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی زاد و بوم (شام) سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اور نہ وہ شام سے سفر کر کے ہندوستان آیا۔ گو مرزا جی نے نہایت جسارت سے یہ جھوٹ تراشا کہ ”کشمیر کی پرانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ ایک نبی شہزادہ ہے۔ جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا۔ کشمیر میں پہنچا۔ بڈھا ہو کر فوت ہوا۔ اس کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں۔ شہزادہ نبی بھی اور یوذ آسف بھی“ تحفہ گولڑویہ ص ۱۴۰)۔

مرزائیوں کو صلائے عام ہے کہ وہ اپنی تمام طاقتیں فراہم کر کے کسی مستند۔ کشمیر کی تاریخ سے ثابت کریں کہ یوذ آسف ہندی، بلادِ شام کی طرف سے آیا تھافان لم تفعلو اولن تفعلوافاتقو االنار التی وقود

ھا الناس والحجارۃ ، اعدت للکافرین۔

البیرونی اور یوز آسف :۔ علامہ حکیم، ابوریحان، محمد بن احمد البیرونی الخوارزمی متوفی ۲ر رجب ۴۴۰ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" ص ۲۰۴ میں لکھتے ہیں :۔

القول علی تواریخ المتنبیین وامهم المخدوعین ، علیهم لعنت رب العلمین ہ (ترجمہ) متنبیان کذاب، اور اُن کی فریب خوردہ امتوں کا بیان اُن سب پر (تابع و متبوع پر) خدا کی لعنت ہو۔"

البیرونی اس باب کی تمہید میں لکھتے ہیں "جس طرح دنیا میں انبیا مبعوث ہوئے۔ اسی طرح متنبیان کذاب بھی آتے رہے۔ مذکورہ بالا انبیا کے ذکر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے متنبیوں کا تذکرہ بھی کیا جائے۔ بعض تو ان میں سے ایسے بھی گذرے ہیں جنہیں کوئی ماننے والا دستیاب نہیں ہوا۔ اس لئے اُن کا ذکر صرف صفحات تاریخ میں باقی ہے۔ اور بعض کو متبعین ملے جن کے طفیل اُن کے نام، اور اُن کے مذہبی رسوم اب تک باقی ہیں۔

واضح رہے کہ ان کے اسماء کے استقصاء اور حالات کی تفصیل سے ہماری کتاب قاصر ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ چند مشہور متنبیوں کا تذکرہ کر دیا جائے تا کہ عبرت لینے والے عبرت لے سکیں۔

واول المذکورین منهم یوز آسف وقدظهر عند مضی سنتهٍ من ملك طهمورث بارض الهند واتی بالکتابة الفارسیة ودعا الی ملة الصائبین ، فاتبعه خلق کثیره

(ترجمہ) :۔ تاریخ عالم میں جن متنبیوں کا ذکر ہے اُن میں سب سے پہلا شخص یوز آسف ہے۔ شاہ طہمورث کے سنہ جلوس کے سال دوم میں یہ

شخص سرزمین ہند میں (مدعی نبوت ہو کر) نمودار ہوا۔ اس نے یہاں فارسی خط کی ترویج کی۔ اور فرقہ صابئہ کے مذہب کی طرف (ہند میں) دعوت دی اور بہت سے لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔

فرقہ صابئہ کو ستارہ پرست اور اصحاب روحانیات بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا مرکز دراصل ایران تھا، شاہان پیشدادی اور کیانی باشندگان بلخ سیارات کی تقدیس و تعظیم کے معتقد رہے، تا آنکہ گشتاسپ کے سنہ جلوس کے تیسویں سال زردشت پیدا ہوا۔ جس نے پرانی بساط لپیٹ کر آتش پرستی اور مجوسیت کی دعوت دی۔ البیرونی مذہب صابئہ کی توضیح و تحقیق کرتے ہوئے ص ۲۰۵ پر لکھتے ہیں۔

ولهم انبياء كثيرة اكثرهم فلاسفة يونان كهرمس المصرى واغاذ يمون وواليس وفيثاغورس وامثا لهم ومنهم من يزعم ان يوذ آسف هوهرمس وقديسمى هرمس بادريس الذى ذكر فى التوراة احنوح ه ص۱۰۵۔ ص۱۰۶۔

(ترجمہ):۔ فرقہ صابئہ کے بھی بہت سے انبیاء ہیں۔ جن میں سے اکثر فلاسفہ یونان ہیں۔ جیسے ہرمس مصری، اغاذیمون، والیس، فیثاغورث، وغیرہ۔ عام طور پر ہرمس کو ادریس کہا جاتا ہے۔ جو تورات میں احنوح کے نام سے مذکور ہیں۔ اور بقول بعض یوذ آسف اور ہرمس ایک ہیں۔

فرقہ صابئہ کے مقتدا، اور ان کے مذہبی اصول، اور بعض شرائع و احکام بیان کرنے کے بعد البیرونی ص ۲۰۶ پر ہندوستان کی وہ سابقہ مذہبی حالت بدیں الفاظ بیان کرتے ہیں جو یوذ آسف کے ظہور سے پیشتر تھی۔

وكان الناس قبل ظهور الشرائع وخروج يوذ آسف شَمَنِيين سكانَ الجانب الشرقى من الارض وكانو عَبَدَةَ اوثانِ

وبقایا هم الآن بالهند والصین والتغزغزولیسمیهم اهل خراسان شمنان وآثارهم ظاہرة فی ثغور خراسان المتصلة بالهند،

(ترجمہ):۔احکام الٰہی کے ظہور سے پیشتر اور یوذ آسف کے دعوے نبوت سے قبل دنیائے (ہند) بت پرست تھی اور یہ لوگ شمن (بت پرست، غیاث، برہان) کہلاتے تھے۔ ہندوستان، چین، تغزغز (اترک) میں اب تک ان کے افراد پائے جاتے ہیں۔ خراسانی ان کو شمنان کہتے ہیں۔ خراسان کی ان سرحدوں پر جو ہندوستان سے متصل ہیں۔ اب تک اُن کے مٹے ہوئے نشانات (اور بتوں کے مجسمے) ملتے ہیں۔" اس کے بعد البیرونی نے ان بت پرستوں کے بعض عقائد پر بحث کی۔ جس طرح اس سے پیشتر اس نے صابیہ کے عقائد و شرائع لکھے۔

نتیجہ

البیرونی کی تصریحات سے امور ذیل واضح ہوئے۔

(۱) یوذ آسف دنیائے ہند کا سب سے پہلا، متنبّی ہے۔ اور وہ ہندی الاصل ہے۔

(۲) اس کے ظہور سے پیشتر دنیائے ہند بت پرستی میں مبتلا تھی۔

(۳) اس نے ہندوستانیوں کو بت پرستی سے ہٹا کر کواکب پرستی پر لگایا۔

(۴) یوذ آسف صابیہ کے عقائد کا پیرو تھا۔ اور صابی مذہب کی طرف دعوت دیا کرتا تھا جس طرح یزید بن ابی انیسہ خارجی پیشن گوئی کر گیا ہے کہ میرے بعد ایک عجمی نژاد نبی مبعوث ہوگا۔ جو خود بھی فرقہ صابیہ کا پیرو ہوگا۔ اور اس کی امت بھی صابی ہوگی۔

تنبیہ

بغدادی اور البیرونی کی تصریحات گو ایک حصہ میں جزوی طور پر بظاہر مختلف ہیں مگر ہر دو یوذ آسف کی تکفیر اور اس کے متنبّی کذاب ہونے میں متفق ہیں۔ یہی ہمارا دعویٰ۔ اور حقیقی نصب العین تھا۔ وباللہ الثقۃ۔

الحصول:۔ ان حالات میں آپ خود فیصلہ کریں کہ یوذ آسف، متنبّی، ہندی، برگزیدہ نبی حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اس تاریخی اہم انکشاف نے مرزا جی کی تمام محنت و سعی پر پانی پھیر دیا جس محنت و تگ ودو کو انہوں نے ان گستاخ الفاظ میں ادا کیا۔"

اب بتلاؤ کہ اس قدر تحقیقات کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مرنے میں کیا کسر رہ گئی" (تحفہ گولڑویہ ص ۱۴۰) کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِباً۔ یقیناً آپ اس حربے سے حضرت مسیح علیہ السّلام کو نہ "مار" سکے۔ رہے وفات مسیح کے لئے آپ کے دوسرے حربے سو وہ اس وقت موضوع بحث سے خارج ہے۔

تکمیل:۔ مرزا جی بقول کسے۔ "الغریق یتشبث بکل حشیش" سرگرداں ہیں کہ کس طرح سے حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں تیار کی جائے۔ اس لئے وہ ہر صدا پر کان دھرتے اور ہر سنی سنائی پر ایمان لاتے ہیں۔ انہیں خود بھی معلوم ہے کہ الہام کا دامن چھوڑ کر میں نے ناحق مصیبت اپنے سر لی۔ معاملہ پیچدار ہے۔ اور منزل کٹھن ہے۔ مگر مرزا جی ہیں کہ ہمت نہیں ہارتے آپ نے بہ سلسلہ "مسیح ہندوستان میں" ایک اور انوکھی دلیل بھی ذکر کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"حال میں ایک انجیل تبت سے دفن کی ہوئی نکلی ہے جیسا کہ وہ

شائع بھی ہو چکی ہے بلکہ حضرت مسیح کے کشمیر آنے کا یہ ایک دوسرا قرینہ ہے (واہ اردوئے معلیٰ یہ تو جب ہو کہ انجیل فقط مسیح ہی کی کتاب کا نام ہو حالانکہ ایسا نہیں) ہاں یہ ممکن ہے کہ اس انجیل کا لکھنے والا بھی واقعات کے لکھنے میں غلطی کرتا ہو جیسا کہ پہلی چار انجیلیں بھی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ مگر ہمیں اس نادر اور عجیب ثبوت سے بکلی منہ نہیں پھیرنا چاہئے جو بہت سی غلطیوں کو صاف کر کے دنیا کو صحیح سوانح کا چہرہ دکھلاتا ہے (ست بچن ص ۱۶۴ کا حاشیہ) نیز لکھا ہے "حال میں جو تبت سے ایک انجیل کسی غار سے بر آمد ہوئی ہے جس کو ایک روسی فاضل نے کمال جد و جہد سے چھپوا کر شائع کر دیا ہے یہ واقعہ بھی کشمیر کی قبر کے واقعہ پر ایک گواہ ہے۔" (ایام الصلح ص ۱۱۸ کا حاشیہ)

"فیخلطون مائة کذبة":۔ دوسرے موقع پر کہتے ہیں "پھر دوسرا ماخذ اس تحقیق کا مختلف قوموں کی وہ تاریخی کتابیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان اور تبت اور کشمیر آئے تھے۔ اور حال میں ایک روسی انگریز نے بدھ مذہب کی کتابوں کے حوالہ سے حضرت عیسے علیہ السلام کا اس ملک میں آنا ثابت کیا ہے وہ کتاب میں نے بھی دیکھی ہے اور میرے پاس ہے۔ وہ کتاب بھی اس رائے کی موئد ہے۔ (کشف الغطا ص ۲۵)۔

مرزا جی کی مذکورہ بالا عبارات میں دو باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) کسی روسی سیاح کو تبت کی کسی غار سے کوئی انجیل دفن شدہ ملی۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ سیاح مذکور کو کوئی کتاب دفن شدہ ملی ہو گی اور اس نے اس کو انجیل سمجھا ہو گا۔ جوئندہ یابندہ۔ ماضی قریب میں کسی لیڈی کو کہیں سے قرآن حکیم مدفون ملا تھا۔ جو بقول ملحدین اس قرآن سے مختلف تھا

مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ شرارت کارگر ثابت نہ ہوئی۔ سوال صرف یہ ہے کہ انجیل معلوم کس نے لکھی؟ مرزا جی تو کہہ دیں گے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سفر ہندوستان میں لکھی۔ جیسے پہلے وہ انجیل یوز آسف کے متعلق کہہ چکے ہیں لیکن مرزائیوں کی واقفیت اور مومنوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے ہم انکشافات ذیل پیش کرتے ہیں:۔

علامہ ابوریحان البیرونی "الآثار الباقیہ، لمتنبیون کے باب میں لکھتے ہیں۔

ان الفرس کانوایدینون بما اور ده زردشت من المجوسیته لایفترقون فیها ولا یختلفون، الیٰ ارتفاع عیسی وتفرق تلا مذته فی الاقطار للدعوة، وانهم لما تفرقوافی البلاد وقع بعفهم الی بلاد الفرس وکان ابن دیصان ومرقیون ممن استجاب وسمعا کلام عیسی واخذ امنه طرفاوما سمعامن زردشت طرفاً واستنبط کل واحد من کلا القولین مذهباً یتضمن القول بقدم الاصلین واخرج کل واحد منهما انجیلا نسبه الے المسیح وکذّب مامداه وزعم ابن دیصان ان نورالله قدحل تلبه. ولکن الخلاف لم یبلغ بحیث یخرجهما و اصحابهما من جملة النصاریٰ ولم یگن انجیلا بما مبائنین فی جمیع الاستباب لانجیل النصارے بل زیادات ونقصان وقع فیهما ثم جاء من بعد هما مانی تلمیذ فادرون وکان عرف مذهب المجوس والنصاری والثنویته فتنباء وزعم ان الحکمة والاعمال هی التی لم یزل رسل الله تاتی بهامن ذمن دون زمن۔ فکان مجیئهم فی بعض القرون علی یدے الرسول الذی هوالبدالی بلادالهند وفی بعضی علی ین زردشت الی الارض

فارس وفی بعضها علی یدی عیسی الی ارض المغرب ثم نزل هذا الوحی وجاء ت هذه النبوة فی هذا لقران الاخیر علی یدی وانا مانی رسول اله الحق الی ارض بابل وذکرفی انجیله انه الفارقلیط الذی بشربه المسیح وانه خاتم النبیین وصنف کتبا کثیرة کانجیله وشابورقان وکنزا لاحیاء ومقالات کثیرة زعم فیها انه بسط مارمزبه المسیح وسمعت الا صیهبذ مرزبان بن رستم یحکی ان ساپور اخرجه عن مملکتا اخذ ابما سنه لم زرا دشت من نفی المتنبین عن الارض وشرط علیه ان لا یرجع فغاب الی الهند والصین والتبت ودعا هناك ثم رجع فحینئذٍ اخذه بهرام وقتله لانه نقض الشریطه والدم ھ ص ۱۰۷ص۱۰۸

(ترجمہ):۔ تمام ایرانی زردشت کے مذہب (مجوسیت) کے معتقد تھے۔ جس میں ان کا کسی قسم کا اختلاف نہ تھا۔ یہ اتحاد واتفاق برابر رہا تا آنکہ حضرت مسیح کا رفع ہوا۔ اور آپ کے شاگرد تبلیغ کے لئے اطراف عالم میں پھیل گئے۔ اس سلسلہ میں شاگردان مسیح میں سے بعض ایران آگئے۔ ابن دیصان اور مرقیون نے دعوت عیسوی کو (بذریعہ شاگردان مسیح) سن کر لبیک کہا۔ اور دعوت مذکور کا کچھ حصہ یاد کر لیا۔ ادھر وہ زردشت کے اقوال سے بھی کچھ لے چکے تھے۔ اس پر انہوں نے زردشت اور مسیح کے اقوال سے ایک نیا مذہب ایجاد کیا جس میں دو قدیم اصل (یزدان واہرمن) تسلیم کر لئے گئے۔ اُن میں سے ہر ایک نے ایک ایک انجیل پیش کی جس کو وہ مسیح کی انجیل بتاتے تھے اور اپنی انجیل کے علاوہ باقی تمام اناجیل کی تکذیب کرتے تھے ابن دیصان کہتا تھا کہ خدا کا نور میرے دل میں گھس آیا ہے ابن دیصان

اور مرقیون کا گو نصارے سے اختلاف تھا۔ مگر نہ اتنا کہ وہ ہر دو اور ان کے متبعین نصارے سے شمار نہوں اور ان کی انجیلیں بھی از ہر وجہ نصاری کی انجیلوں سے مختلف نہ تھیں۔ بلکہ ان میں کسی قدر کمی بیشی تھی جو دوسری انجیلوں سے مختلف تھی۔ ابن دیصان اور مرقیوں کے بعد مانی شاگرد وفاداروں کا عہد آیا۔ یہ شخص مجوس، نصارے، اور مثنویہ (دو اصل ماننے والے) کے عقائد سے واقف تھا اس کذاب نے دعوائے نبوت کیا اور کہا کہ تعلیم حکمت و اعمال صالحہ کے لئے ہموارہ نبی آتے رہے۔ ایک زمانہ تھا کہ حکمت و اعمال صالحہ کی تعلیم سرزمین ہند میں بدھ لایا تھا۔ ایک زمانہ میں ایران میں زردشت نے یہ تعلیم پھیلائی۔ اور اس کے بعد سرزمین مغرب میں حضرت مسیح اس کام کے لئے تشریف لائے بعدہ اس دور آخر میں یہ وحی اور نبوت مجھ عاجز کو ملی۔ اور سرزمین بابل میں میں خدا کا رسول ہوں۔ مانی نے اپنی انجیل میں لکھا کہ حضرت مسیح نے جس فارقلیط کے آنے کی بشارت دی وہ اس عاجز سے عبارت ہے۔ (جیسے مرزاجی نے کہا۔ کہ مسیح کا مبشر احمد یہ بندہ ہیچمدان فدوی بارگاہ ہے (نیز مانی نے کہا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ مانی نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جیسے انجیل شاپورگان، کنز الاحیاء۔ ان کے علاوہ بہت سے مقالات لکھے جن میں تصریح کی کہ میں حضرت مسیح کی رموز کا شائع ہوں (تقریباً یہی دعوی مرزاجی کا ہے)

البیرونی کہتے ہیں میں نے اصبہذ مرزباں بن رستم کو کہتے سنا کہ شاپور نے مانی کو ایران سے خارج البلد کر دیا تھا۔ یہ اس لئے کہ زردشت نے اُن کو حکم دیا تھا کہ کسی متنبی کو اپنی سرزمین میں نہ رہنے دو۔ اور اس سے عہد لیا کہ واپس نہیں آئے گا۔ چنانچہ مانی ہندوستان اور چین اور تبت میں مارامار پھرتا رہا۔ اور وہاں اس نے اپنے خیالات کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دی

بعد ازاں وہ ایران آیا۔ اس پر شاہ بہرام نے نقض عہد کے جرم میں اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ھ ص ۱۰۷ و ۱۰۸

البیرونی کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کے رفع کے بعد جب آپ کے شاگرد دنیا میں پھیل گئے تو اُن کی دعوت کے بعد علاوہ اُن کی اپنی انجیلوں کے کئی ایک اور انجیلیں تصنیف ہوئیں۔ انجیل ابن دیصان۔ انجیل مرقیون انجیل مانی، نیز واضح کہ مانی جلاوطنی کے زمانے میں تبت آیا۔ اور اس نے اپنے خیالات کی اشاعت کی۔ قرائن صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ تبت کی غار سے بر آمدہ مدفون انجیل کی اگر کوئی حقیقت ہے تو یا تو یہ مانی کی انجیل ہے۔ اور بدرجہ آخر شاگردوں مسیح کی یادگار ہے (۲) رہا امر دوم وہ یہ کہ مرزاجی نے تعارض سے کام لیتے ہوئے کشف الغطا میں لکھا کہ روسی سیاح نے بدھ مذہب کی کتابوں کی امداد سے حضرت مسیح کا ہندوستان آنا ثابت کیا ہے۔ واقعی اس سیاح نے ایک کتاب لکھی جس کے چودہ باب ہیں۔ یہ وہی طریقہ ہے کہ اس نے اصل کتاب (مدفون شدہ) کے ساتھ لاکھوں جھوٹ اور ملا کر مرزاجی اور ان جیسے دوسرے متنبیوں کی خدمت کر دی۔ حضور خاتم النبیینؐ نے ایسی ہستیوں کے متعلق فرمایا۔ فیخلطون مائۃ کذبۃٍ۔

تذییل۔ تکفیر یوذ آسف کے سلسلے میں واضح ہو چکا کہ یوذ آسف متنبی کذاب کو برگزیدہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں اور مرزاجی کے دلائل اس بارے میں تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اس تفصیل کے بعد انصاف سے کسی نئی کاوش کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ "مرشد" کی تردید کے "بعد مریدانِ باصفا۔ اہلیت خطاب رکھتے ہیں۔ لیکن مسٹر محمد علی صاحب ایم۔اے (لاہوری) کی ایک جدت رہ رہ کر اپنی طرف عنان توجہ کو کھینچ رہی ہے۔ اور چونکہ مذکورہ جدت کلام الٰہی کی

تفسیر میں کی گئی اس لئے مذہبا بھی اس کی تردید ضروری ہے۔ مسٹر موصوف آیت " وَآوینا هما الی ربوة ذات قرارومعین " کی تفسیر میں ایک انجینر یانہ نکتہ لکھتے ہیں جس کی داد نہ دینا۔ ایم۔ اے کی ڈگری کا خون کرنا ہے۔ لکھتے ہیں " یہ کونسی جگہ تھی جہاں ابن مریم اور ان کی والدہ کو پناہ ملی؟ مفسرین کا اس میں بہت اختلاف ہے۔ کوئی اسے فلسطین قرار دیتا ہے کوئی بیت المقدس، کوئی دمشق، کوئی مصر۔ مگر سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ قرآن شریف کے لفظ ربوہ۔ ذات قرار۔ معین ان میں سے کسی پر بھی صادق نہیں آتے۔ ربوہ چاہتا ہے بلند زمین ہو۔ (آپ کے دماغ میں ایک خاص قسم کی بلندی جاگزین ہے لہٰذا وہ آپ کو مذکورہ بالا مقامات پر نظر نہیں آتی یعنی چار ہزار فٹ۔ مولف) ذات قرار چاہتا ہے کہ ہموار ہو پہاڑ نہ ہو (کشمیر میں شاید آپ کے خیال میں پہاڑوں کا نام بھی نہیں۔ مولف) یا بہت پھلوں والی ہو ("تبت" کے لفظ کا سہارا لے کر آپ مقامات مذکورہ سے میوہ جات کی نفی کر سکتے ہیں۔ یہ چالاکی قابل داد ہے۔ بہت کی مقدار شاید چار ہزار من یا ٹن ہو۔ مولف) ذات معین چاہتا ہے کہ اس سطح زمین پر چشمے اور نہریں بہہ رہی ہوں (تو گویا شام میں نہروں کی وہ خاص مقدار جو آپ نے مقرر کر رکھی ہے موجود نہیں۔ غالباً چار ہزار کے لگ بھگ ہوگی۔ مولف) ان تمام صفات میں اگر کوئی یکتا قطعہ زمین ہے تو وہ کشمیر ہے۔ اور دمشق اور مصر بہر حال نہیں (وہ کیوں؟ مولف) کشمیر کی بلندی چار ہزار فٹ یا اس سے اوپر ہے ("ربوہ" کے مفہوم میں یہ جدت تحریف قرآن اور زبان عرب پر صریح دست درازی ہے۔ عرب جن کی لغت میں قرآن نازل ہوا اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ پھر یہ بھی بتایا ہوتا کہ "ربوہ" کا عرض وطول کتنا چاہئے۔ چار ہزار مربع میل؟ مولف) پھر یہ ذات قرار، ہموار میدان ہونے کے لحاظ سے بھی

ہے۔اور پھلوں والی جگہ ہونے کے لحاظ سے بھی۔ پھر چشمے بھی اس میں اس کثرت سے بہتے ہیں کہ ان کی نظیر دوسری جگہ نہیں" (پھر قادیان کے قریب ہے نیز روایت پچاس الماریوں والی باجبروت حکومت کے زیر نگین ہے۔ جس کو بقول کسے۔ اگر حکومت سفید فام لوگوں کے لئے نو آبادی بنانے کی فکر میں ہے تو آپ اور قادیانی اسکو "ارض موعود" بنانے کے درپے ہیں مسٹر کالون اس نکتہ دقیقہ کو غالباً سمجھ چکے ہیں کہ ہر خود ساختہ نبی کے لئے بھی "ارض موعود" کا ہونا ضروری ہے یاد رہے کہ غلام جب تک آقا کے مقاصد میں اس کا ہاتھ بٹاتا رہے محبوب ہے وفادار ہے۔ لیکن جب اس نے انباز ہونے کا سودائے خام دماغ میں لایا فنا ہوا۔ روسیاہ ہوا۔ مولف)

ربوہ اور انجیل :۔ مفسرین کرام کا آپ اور آپ کے خفیہ اور ظاہری معتقدین شوق سے مضحکہ اڑایا کریں مگر حیرت ہے کہ انجیل کی تفصیلات ذیل آپ کے یہاں کیوں درخور اعتنا نہیں۔ "گلیل کے علاقہ میں ایک شہر ناصرہ تھا۔ جو دراصل پہاڑی پر بستا تھالوقا ۲۹/۴۔ اس جگہ مریم مقدسہ نے مصر سے واپس آکر اپنا جائے قرار بنایا یوحنا ۴۰/۱

واخرد عوانا ان الحمد لله رب العٰلمین

محمد نور الحق العلوی۔ بازار حکیماں لاہور ۱۹۔ اگست ۱۹۳۳ء

◆◆◆